مولانا سید محمد انظر شاہ دیوبند انڈیا

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی

سے

ایک روحانی ملاقات

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ کی زیر تالیف کتاب "چراغ محمد" سے ایک اقتباس

"امام المسلمین، امیر المؤمنین فی الحدیث، پیکرِ شجاعت، مجسمۂ عبادت، قافلۂ زہد و قناعت، فرنگی اقتدار کے لیے موت کا سناٹا، غیر ملکی استبداد کے لیے قیامتِ کبریٰ، جس کا دن قال اللہ و قال الرسول سے معروف اوائلِ شب مہمانوں کی خدمت میں، انتہاءِ شب بحضور رب العالمین، سپیدۂ سحری انہیں مصروفِ بکاء پاتا، آفتاب کی کرنیں طلوع کے لیے بے تاب ہوتیں تو وہ خانۂ خدا میں سجدہ ریز، جمعیۃ العلماء ہند کے صدر، دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین، ہندوستان کی متعدد جیلیں اس وجودِ مقدس سے نکلے ہوئے کلمۂ ہُو و حق کی امین، مہمان نوازی میں اُسوۂ ابراہیم پر مستقیم، اعلاءِ کلمۃ الحق میں جلالِ فاروقی کے مظہر، مُدتوں سکونت و اقامت مدینہ منورہ رہی، اس زمینِ پاک سے عربی طور و طریق اور اخلاقِ نبوی کے حامل بن کر چمکے تو ظلمت کدۂ ہند میں نورِ سنت کی ضو فگنی ان کے عصر میں ان کے حصہ میں آئی، فرنگی اقتدار سے نفرت و وحشت اکابر نے ان کے آتش دانِ سینہ میں منتقل کر دی، پھر وہ خود ہی فرنگیوں کے خلاف کوہِ آتش بن گئے، ۱۹۴۷ء میں جب وہ شباب سے نکل کر شب میں داخل ہوئے تو یورپ کے اقتدار کا آفتابِ نیم روز ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، اس طرح وہ ان خوش بخت لوگوں میں تھے جنہوں نے اپنی جہد کی کامیابی اپنی زندگی ہی میں دیکھ لی"۔

(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۹۸)

چلنے والے کے قدم "دارالحدیث" کی مقدس درسگاہ کے قریب پہنچ کر اچانک رُک گئے اور نگاہیں در و دیوار سے گذر کر اس مسندِ علم و فضل پر جم گئیں جہاں بیٹھ کر ربع صدی تک عرب و عجم کے شیخ نے علم و فضل کے موتی لٹائے تھے، معرفت و سلوک کے دریا بہائے تھے، یہ وہی مسند ہے جس پر عربی لباس میں ملبوس ایک نورِ مجسم قال اللہ و قال الرسول کو عربی لب و لہجہ میں شروع کرتا تھا تو اس کی وجد آفریں آواز پر در و دیوار ہمہ

تن گوش بن جاتے، قدوسیوں کے ہجوم جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے کے لیے آسمان سے اتر آتے، یہ وہی جگہ ہے جہاں پر اپنے خدا کا ایک مقدس بندہ زہد و توکل، عفاف و غنا، تورع و تقویٰ کی ایک متحرک تصویر بن کر سامنے آتا جس کے فرق سے تا بقدم اِتباعِ شریعت کے ثبوت بہم پہنچتے، اور جس کی زندگی کا ہر گوشہ شریعتِ مصطفوی کا نکتہ شناس اور رازداں نظر آتا، وہ تلامذہ کے ہجوم میں خرام ناز کرتا ہوا یہاں سے چل کر آتا، وہ علم و کمال کا کوہِ گراں سُبک گامی کرتا ہوا یہاں سے نکلتا، وہ چل کر آتا تو مشامِ جاں اس کی عطر بیزیوں سے معطر ہو جاتے، وہ جدھر سے نکل جاتا تو عودِ عطر کے جھونکے دل و دماغ کو راحت دیتے ہوئے گذر جاتے۔ غرضیکہ نگاہوں میں ایک ایک منظر گھوم رہا تھا اور دماغ کے تمام گوشوں میں مرحوم کی یاد تازہ ہو رہی تھی، چلنے والے نے استغراق کے عالم میں اپنے قدم آگے بڑھائے لیکن رنج و غم کی کلفتیں بھی اس کے ساتھ ہو لیں، تمام رات فرش و بالیں پر اضطراب سے کروٹیں بدلیں، ہر تارِ بستر، خارِ بستر ثابت ہوا، وہی تصور، اسی کی یاد، خیالات کے ہجوم، افکار کے بادل سر پر منڈلاتے رہے، صبح کی آمد آمد ہے، رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ رخصت ہوا چاہتی ہے، باہر نکل کر دیکھا تو اُفقِ عالم پر چاند اپنی پھیکی روشنی کے ساتھ زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے، ستاروں کا ہجوم غمگساری کے لیے موجود ہے لیکن نور کے یہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ بھی بڑھ کر خاموش ہو رہے ہیں، انسانوں کی بستی سے بہت دور کنارۂ عالم پر صبح کی سپیدی تیزی کے ساتھ پھیلنا شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے منور صبح کے ہنگاموں سے ساری کائنات لبریز ہو گئی، یہ طائرانِ خوش آواز کے ہجوم ہیں جو آشیانوں سے نکل رہے ہیں، یہ نسیم سحری کے دلنواز جھونکے ہیں جو فضا کو معطر کرنے کے لیے پوری قوت سے دوڑ رہے ہیں ہر طرف زندگی رقصاں نظر آتی ہے اور ہر سو ایک نئی حیات تمام ولولوں کے ساتھ اچھلتی پھر رہی ہے، لیکن کائنات کے ان ہنگاموں میں اور قدرت کی ان تمام چارہ سازیوں سے اس الم رسیدہ کی کوئی تسلی نہ ہو سکی جس نے رات کی گھڑیاں ایک مقدس انسان کی یاد میں گذاری تھیں وہ بستر سے اٹھا، لڑکھڑاتا ہوا سوئے گورِ غریباں چل دیا، انسانوں کی اس خاموش آبادی میں پہنچ کر اچانک اس کے قدم ٹھہر گئے اور اس بقعہ نور کی ضیاء پاشیوں نے تھوڑی دیر کے لیے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کہ خدایا یہ کون سی جگہ ہے جس کے حسین مناظر خوشگوار ہوائیں، پھولوں سے لدے ہوئے درخت، گل و ریحان سے لبریز کیاریاں جنت کے باغات کا منظر پیش کر رہے ہیں، یہ سوچتا ہوا باغ کی رُوپہلی جدولوں اور مرمریں روشوں سے گذر کر، کھڑا ہونے والا جب سامنے آ کر کھڑا ہوا تو چند نورانی چہرے، جن کے نورانی اجسام پر پاکیزگی بکھری ہوئی نظر آتی تھی، جن کے بشروں پر مسرت و فرحت کی چمک رقصاں دکھائی دیتی تھی، کوئی مصحف دربغل، کوئی تسبیح در دست، کوئی مصروف ذکر جلی تو کوئی استغراق کی کیفیت میں ڈوبا ہوا نظر آیا، یہ مناجات کر رہا ہے، وہ مشاہدہ حق میں گم ہے، یہاں اللہ ھو القادر

کے نعرے ہیں تو وہاں ہو حق کی مترنم آوازیں ہیں۔ غرضیکہ ایک نیا منظر، ایک نئی دنیا نگاہوں کے سامنے ہے۔ ع

این کہ می بینم بیدار یست یارب یا بخواب

ان نورانی چہروں میں ایک مانوس شکل نظر آئی، نگاہوں نے تجسس کیا تو وہی پیکرِ حُسن جلوہ گر نظر آیا جس کو نگاہیں ڈھونڈتی تھیں، وہی تر و تازہ جسم، وہی منور شکل و صورت، چہرہ و بشرہ پر کچھ خاص چمک، نئی رونق، مستزاد، بڑھ کر پوری نیازمندیوں کے ساتھ کہنے والے نے کہا کہ السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر قدوسیوں کے ہجوم نے جواب دیا۔ اس عالم میں یہ دیکھ کر کہ میری آواز کو سب سُن رہے ہیں، خیال ہوا کہ آخر کیوں نہ ان سے پوچھ لیا جائے کہ سلام کرنے والے کو پہچانتے بھی ہیں یا نہیں؟ گفتگو کا یہ سلسلہ اسی نورِ مجسّم سے شروع ہوا جو میرے مقصود اور متجسس نگاہوں کا مرکز تھا، میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے عرب و عجم کے شیخ کیا آپ نے مجھ کو پہچانا؟

نور و سرور کی اس متحرک تصویر نے جواب دیا ہاں کیوں نہیں! اِس عالم میں ہم اُن سب کو پہچانتے ہیں جن سے دنیا میں تعارف اور شناسائی تھی۔

شیخ رحؒ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی حدیث سے استشہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تو سنا ہی ہوگا کہ۔

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گذرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا، اور اس کو سلام کرتا ہے تو مُردہ اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے"

(رواہ ابن عبدالبر)

میں نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے لیکن یہ تو بتایئے کہ یہ چند نورانی اجسام جو سرور و فرحت کے پتلے نورِ ایمان کی شمعیں نظر آتی ہیں، کون ہیں؟

میرے اس سوال پر اب اس خدا رسیدہ انسان نے ایک ایک کا تعارف یوں شروع کیا کہ دیکھو سامنے یہ ایک بزرگ جن کے شباب پر کہولت کے آثار ہیں، جن کا لباس نورانی اور جن کا چہرہ انوار و تجلیات کا مرکز نظر آتا ہے، مولانا محمد قاسم صاحبؒ ہیں جو عمر بھر جاء الحق و زھق الباطل کی زندہ تفسیر بنے رہے آج یہ اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور منزل پر پہنچنے کے بعد راحت و آرام سے ہمکنار ہیں، ان کی زندگی میں جو جدوجہد تھی اس کے صلے صبح و شام لیتے لیتے یہ تھکے جاتے ہیں، تم نے ان کے متعلق بہت کچھ سنا ہوگا اس لیے ان کا یہ مختصر تعارف کافی ہے۔

ان کی بغل میں جو ایک بوڑھے نظر آرہے ہیں یہ وہی ہیں جن کے بڑھاپے میں شباب مچل رہا تھا اور جن کی انقلابی طاقتوں سے عالم کا عالم لرزتا تھا، یجاھدون فی سبیل اللہ والی جماعت انہیں کی قیادت میں کام کرتی تھی، یہ آج اس تصور سے خوش ہیں کہ ہندوستان آزاد ہے، پاکستان آزاد ہے، انڈونیشیا آزاد ہے ملایا آزاد ہے اور مشرقِ وسطیٰ آزادی کے لیے مچل رہا ہے لیکن ابھی ان کا خواب ادھورا ہے، ان کے خواب کی تعبیر کے لیے تم کو کچھ اور سہانی صبحوں کا انتظار کرنا ہوگا۔ تم نے جان لیا ہوگا کہ یہ آقا و مولانا محمود الحسن ہیں جن کے لیے ہم سب نے "شیخ الہند" کا تعظیمی خطاب تجویز کیا تھا۔ یہ اس جانب میں سادگی کا پیکر، تقویٰ و تورع کی نشانی، انسانیت کی تصویر، علم و عمل کی محراب جو تم کو نظر آرہی ہے قطبِ عالم مولانا عزیز الرحمن ہیں جو تفقہ فی الدین کی عظمتوں سے مالا مال ہیں، آج بھی یہ اپنے میں گم ہیں اور یہاں بھی اخفائے احوال کی انہیں کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اس لیے ہم ان کو پہچانتے ہیں لیکن پھر بھی نہیں جانتے۔

اسی دوران میں ابدی آرام گاہوں کے ایک کونہ سے ایک عجیب و غریب شکل سامنے آتی ہوئی دکھائی دی، منحنی جسم، دُبلا پتلا انسان، ہاتھ میں ایک بڑی تسبیح جس کے دانے ایک دوسرے پر گرتے تو قدوسیوں کے کان کھڑے ہو جاتے، اس شخص کی آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی اور اس کی ہر ہر ادا سے ارادوں کی بلندی نمایاں معلوم ہوتی، یہ شخص کوششوں کی کامیابی کا ثبوت نظر آتا تھا۔

میں نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ سامنے سے آنے والے کون ہیں؟ شیخؒ نے فرمایا کہ یہ وہی ہیں جن کے ناخنِ تدبیر کی گرہ کشائیوں کو دیکھ کر وانزلنا الحدید فیہ باس شدید کا منظر سامنے آتا تھا یعنی مولانا حبیب الرحمن عثمانی۔ اور دیکھو یہ ایک چہرہ جس پر علم کا وقار، عفت و پاکبازی کی رونق، ایمان کا نور، انجام کا سرور نظر آرہا ہے جن کی عینک کے پیچھے سے دو بڑی بڑی آنکھیں جھانک کر آج دار العلوم اور اپنے ہزاروں شاگردوں کی علمی ترقیوں کا جائزہ لے رہی ہیں، حضرت مولانا اعزاز علی ہیں، یہ تمہارے مربّی اور محسن ہیں تم نے ان کو خوب پہچان لیا ہوگا۔

میری اس گفتگو کے درمیان جو بہت سے متحرک اجسام وہاں آکر جمع ہوگئے تھے اُن میں ان دو چار ہی نمایاں اشخاص کے متعلق دریافت کر کے میں نے بات بدلتے ہوئے کہا کہ دنیا میں آپ نے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو اپنی آنکھوں سے تو دیکھا نہیں تھا پھر یہاں کیسے پہچانا؟ کیا مُردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں؟ مقدس انسان نے میرے اس سوال کے جواب میں کہا کہ ہاں ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، اور شیخ نے پھر اس موقع پر یہ حدیث مجھ کو سنائی کہ۔

"اُمّ بشر بن البراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مُردے

آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ اری خاک میں ملی! روحِ مطمئنہ جنت میں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہے، سواگر پرندے درختوں کی ڈالیوں میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ پہچانتے ہیں) تو وہ ارواح بھی ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔''
(اخرجہ ابن سعد)

میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ جب یہاں آئے تھے تو اُسی وقت ان سب سے ملاقات ہوئی یا کچھ عرصہ کے بعد؟ شیخ نے کہا کہ یہ سب اُسی وقت جمع ہو گئے تھے۔ اور یہاں بھی شیخ نے یہ کہہ کر ایک حدیث پیش کی جس کا حاصل یہ تھا کہ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی رُوح قبض کی جاتی ہے تو خدا کے مرحوم بندے اِس طرح آگے بڑھ کر اُس سے ملتے ہیں جس طرح دنیا میں کسی خوشخبری لانے والے سے ملتے ہیں۔'' (اخرجہ ابن ابی الدنیا)

اب میں نے پوچھا کہ اے مقدس پیکر! اپنے اس ظاہری جسم کو دفن کرنے کے لیے خاص اس موقع کا انتخاب آپ نے فرمایا یا اس میں کوئی لطیفۂ قدرت ہے؟

اس سوال کے جواب میں تھوڑی دیر کے لیے شیخ چپ ہو گئے، اور کچھ سوچ کر فرمایا کہ فیصلہ تو قدرتی ہی ہے لیکن میرا بھی رجحان ادھر ہی تھا۔

میں نے عرض کیا کہ کیا پاکیزہ ارواح کے لیے تو جگہ جگہ کے قبرستان بھی تمنا کرتے ہوں گے؟ شیخؒ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا خیال ٹھیک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

''جب مومن مرتا ہے تو تمام مواقع قبر اس کے مرنے پر اپنی آرائش کرتے ہیں، ان میں کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو اس بات کی تمنا نہ کرتا ہو کہ وہ اس میں مدفون ہو۔''
(رواہ ابن عدی)

اب میں نے یہ بھی سوال کر لیا کہ جس روز ہم بدقسمت آپ کے جنازے کو گریاں و بریاں اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے آ رہے تھے، انسانوں کا ہجوم تو وہ تھا کہ جس کا نہ شمار اور نہ حساب! لیکن یہ تو بتایئے کہ کیا آپ کے جنازے کے ساتھ کوئی اور بھی مخلوق تھی؟

مولاناؒ نے فرمایا کہ فرشتوں کا ہجوم ساتھ ساتھ چلا آتا تھا جن کو تم نہیں دیکھ پاتے تھے لیکن میں خوب دیکھ رہا تھا، تم نے یہ حدیث تو ضرور پڑھی ہو گی کہ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک روز حضرتِ داؤد علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے

خداوند تعالےٰ سے عرض کیا کہ بارِ الٰہا! جو لوگ جنازے کے ساتھ چلتے ہیں اُن کی اس عبادت کا تیرے یہاں کیا اجر ہے؟ ارشاد ہوا کہ اس کا صلہ یہ ہے کہ میرے فرشتے اس کے جنازے کے ساتھ چلیں گے اس کے لیے دعا کریں گے۔" (اخرجہ ابن العساکر)

اب گھبرا کر میں نے دریافت کیا مولانا! دفن کرنے کے بعد قبر کی تو کہیئے، اس کے تصوّر سے تو جان نکلی جاتی ہے؟ میرے اس سوال پر روحانیوں کا امام ہنس پڑا اور فرمایا کہ۔

"مومن کے حق میں تو قبر کا دبانا ایسا راحت بخش ہے جیسے مشفق ماں سے اس کا بیٹا دردِ سر کی شکایت کرے تو ماں اس کا سر نرم نرم دبائے۔" (اخرجہ البیہقی)

میں نے یہ بھی پوچھا کہ دنیا کی زندگی میں تو عقیدتمندوں کا ہجوم آپ کے چہار جانب رہتا تھا، یہاں کی تنہائی میں آپ کی طبیعت کیا گھبراتی ہے؟ اس قبر میں آخر آپ کے ساتھ کون ہے؟ مونس و غمگسار ہیں یا نہیں؟ مولانا فرمانے لگے کہ ہاں تمھارے داغ نے تو حسرت و ارمان کو اپنا مونس بنایا تھا، تم نے اس کا وہ مشہور شعر ضرور سنا ہو گا کہ ؎

قبر میں حسرت و ارمان غنیمت ہیں اے داغؔ رفتہ رفتہ انہیں یاروں سے بہل جاؤں گا

لیکن علماء کے لیے ان کا علم مونس و دمساز ہوتا ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ۔

"جب عالم مرجاتا ہے تو اللہ اس کے علم کی ایک صورت بنا دیتا ہے وہ قیامت تک اس کی انیس رہتی ہے اور کیڑے مکوڑوں کو اس سے ہٹاتی ہے۔" (اخرجہ الدیلمی)

میں سوال کر رہا تھا اور اُدھر شیخ پوری بشاشت کے ساتھ جواب دے رہے تھے، اِسی دوران میں میں اُن سے ایک عجیب و غریب سوال کرنے لگا، پوچھنے سے پہلے تو نہیں لیکن دریافت کرنے کے بعد اس استفسار پر مجھے خود ہی ندامت ہوئی، یعنی میں نے ان سے دریافت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا معاملہ دنیا کی زندگی میں عجیب و غریب رہا، ایک طرف آپ کے دسترخوان کی وسعت تھی جس پر سینکڑوں آدمی زلہ ربائی کرتے تھے، مہمانوں کی کثرت، واردین و صادرین کا ہجوم دیکھ کر بار ہا خیال ہوا کہ آپ شاید کوئی رئیس یا پھر ایک بڑے سرمایہ دار ہیں جس کے گھر میں تجوریوں کا سلسلہ اور نقدیوں کے انبار ہوں، دوسری جانب آپ کی سادگی، معمولی لباس، معمولی قسم کا کھانا پینا، عیش و راحت سے بہت دور زندگی اور راحت کوشیوں سے ناواقف اوقات دیکھ کر محسوس ہوتا کہ آپ ایک غریب گھر گرہستی کے آدمی اور سادہ زندگی کے مالک ہیں۔ پھر بتایئے کہ آپ کیا تھے اور اپنے پیچھے آپ نے کیا چھوڑا ہے؟

اس مقدس انسان نے اس نازیبا سوال پر کسی ناگواری کے بغیر کہا کہ ۔
میں نے دنیا کی زندگی ایک غریب کی طرح شروع کی اور غربت ہی پر اس کو ختم کر آیا ہوں، نہ میں سرمایہ دارانہ رؤسا کے زمرے میں میرا شمار، میں نے اپنے بعد نہ روپیوں کے انبار چھوڑے نہ مال و متاع کے ذخیرے اور یہاں آکر معلوم ہوا کہ دنیا کا طمطراق، تزک و حشم کچھ بھی کام نہیں آتا، سب کچھ وہیں پڑا رہ جاتا ہے اگر کام آتا ہے تو وہی دو چار چیزیں جن کی اطلاع دیتے ہوئے صادق و مصدوق ؐ نے فرمایا ہے کہ
"جب آدمی مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کے تمام اعمال موقوف ہو جاتے ہیں، یعنی صدقہ جاریہ، علمِ نافع یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔" (اخرجہ البخاری)
میں نے اُن سے یہ بھی پوچھا کہ آج کل آپ یہاں کیا کرتے ہیں؟ اس استفسار پر فرمایا کہ زیادہ تر قرآن ہی کی تلاوت سے کام رہتا ہے، دنیاوی زندگی میں بھی قرآن مجید کی تلاوت بڑی سرور بخش تھی میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ کیا آپ قرآن پڑھتے ہیں، حفظ پڑھتے ہیں یا ناظرہ؟ شیخ نے فرمایا کہ ایک روایت میں ہے کہ ۔
"مومن کو قبر میں مصحف دیا جاتا ہے جس میں وہ پڑھتا ہے۔" (اخرجہ ابن مندہ)
اور اسی طرح دوسرے اعمال و عبادات بھی چلتی رہتی ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اب ہم مکلف نہیں ہیں صرف اپنی لذت و راحت کے لیے اس قسم کی عبادتیں کرتے رہتے ہیں۔
اب صبح ہو چکی تھی، آفتاب کی کرنیں آسمان سے زمین پر اُتر کر آرہی تھیں اور اُن کی تمازت سے فضا میں حرارت و برودت کا ایک حسین امتزاج بنتا جا رہا تھا، زائرین کے قدموں کی چاپ سے روحانیوں کے ہجوم میں کچھ کھلبلی سی پڑگئی اور اچانک یہ منظر میرے سامنے سے ہٹا دیا گیا۔ پھر اسی دنیا کی وہی صبح و شام تھی اور وہی زمین و آسمان ۔

قارئین کی خدمت

الحمدللہ! ماہنامہ الحق جو بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر تاخیر سے قارئین کی خدمت میں پہنچ رہا تھا اب مقدور بھر اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے آئندہ انگریزی مہینہ کے حساب سے ہر ماہ کا پرچہ اسی ماہ کے آخر میں قارئین کی خدمت میں پہنچ جایا کرے گا۔ انشاءاللہ، اگر مہینہ کے آخر تک پرچہ موصول نہ ہو جائے تو شکایتی خط الحق کے مینیجر کے نام بھیجا جا سکتا ہے تاکہ دوسرا متبادل پرچہ بھیجا جا سکے قارئین نے ہماری تاخیر اور کوتاہیوں کے باوجود جس صبر و تحمل، وابستگی اور خلوص و للہیت کا ثبوت دیا ہے بلکہ مزید قارئین کے اضافے اور حلقۂ احباب کی وسعت کا باعث بنے ہیں، اس پر ادارہ اپنے تمام مخلصین کا ممنون اور شکر گزار ہے مزید برآں واجرہم علی اللہ ——— ادارہ

اپنی جہاز راں کمپنی

پی این ایس سی

کے جہاز سے مال بھیجئے

بروقت - محفوظ - باکفایت

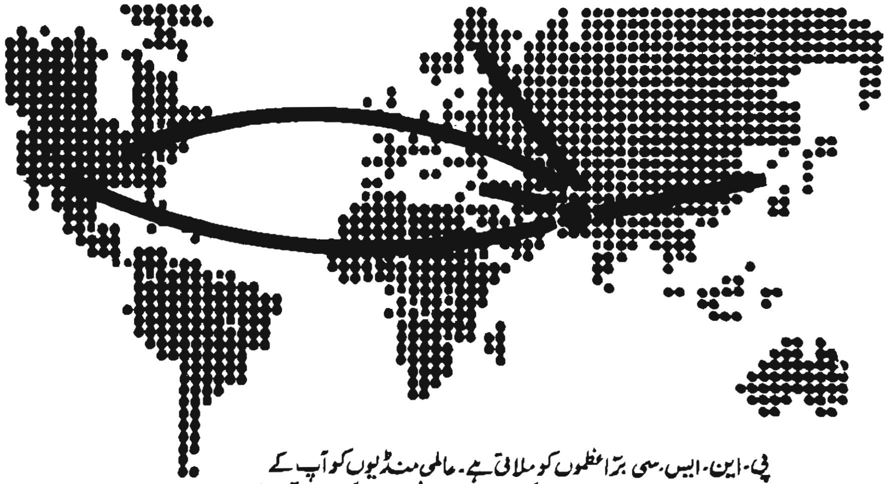

پی۔ این۔ ایس۔ سی براعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC 2?9 PID - Islamabad

PARAGON